حضرت مولانا احمد جان رحؒ کی زندگی پر ایک نظر

مولانا روح الامین

سن پیدائش اور نقل مکانی: مولانا موصوف 5 اکتوبر 1929ء کو مرنڈی عظیم کلے (ضلع لکی مروت) میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق غزنی خاندان کے بااثر اور زمین دار گھرانے سے ہے، جو صوبہ سرحد کے جنوبی ضلع لکی مروت کے شمال اور مغربی اطراف میں پھیلا ہوا ہے، موسم گرما میں پانی کی قلت کی وجہ سے عموماً یہ لوگ غزنی خیل سے مرنڈی اور موسم سرما میں غزنی خیل منتقل ہو جاتے تھے۔ بالآخر اسباب کی فراوانی کی وجہ سے (جب کہ مولانا تیسری جماعت کے طالب علم تھے) اس کے آباؤ اجداد نے غزنی خیل میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

تحصیل علم: مولانا موصوف نے غزنی خیل ہی میں 1945ء تک عصری علوم کی تکمیل کی اس کے بعد دینی اور فطری علوم کا جذبہ موجزن ہوا۔ اور 1946ء کے آخر میں ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر العلوم سہارنپور چلے گئے۔ ابھی ابتدائی کتب ہی پڑھ رہے تھ کہ حالات نے پلٹا کھایا اور برصغیر کی تقسیم شروع ہوئی۔ تو وہ واپس اپنے وطن چلے آئے اور پاکستان ہی میں دینی تعلیم کی حصول کا سلسلہ جاری رکھا۔ دوران طالب علمی 1952ء کو پہلی مرتبہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حجاز مقدس کا سفر کیا۔ اور 1955ء میں جامعہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں شیخ الحدیث قاضی شمس الدین صاحب سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

شیوخ وتلامذہ: مولانا موصوف نے وقت کے مشہور شیوخ، ۱...... حضرت مولانا مفتی جمال احمد صاحب دار العلوم فیصل آباد ۲...... شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب انوار العلوم گوجرانوالہ ۳...... حضرت مولانا تاج محمد صاحب مہتمم جامعہ صدیقہ متورا۔ (لکی مروت)

۴...... حضرت مولانا احمد علی شاہ صاحب تترخیل ضلع لکی مروت سے علم حاصل کیا ہے۔

یوں تو تمام اساتذہ محسن ہوتے ہیں مگر جو مولانا موصوف کی زندگی میں سب سے زیادہ تبدیلی لانے، دینی جذبات کی پرورش کرنے، اخلاق واعمال کے حسن وقبح کا احساس دلانے، اور اپنے آپ کو رجال دین میں شامل کرنے کا جذبہ پیدا کرتے ہیں انہی حضرات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان کی محنت اور دعاؤں نے موصوف کو اونچے

مقام پر پہنچایا۔ مولانا موصوف کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ مگر قابل ذکر اور نمایاں:
۱...... شیخ الحدیث مولانا امان اللہ صاحب تجوڑی ضلع لکیمروت ۲...... استاذ الحدیث مولانا صلاح الدین صاحب غزنی خیل ضلع لکیمروت ۳...... حضرت مولانا گل حلیم شاہ صاحب مہتمم دار العلوم زکریا گنڈیری نوشہرہ ۴...... مردِ مبلغ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب رائے ونڈ لاہور ہیں۔

فن خطابت: ہمیشہ کے لئے شخصی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے خطابت ہی مہمیز کا کام دیتی ہے، اس کلیہ کے مولانا موصوف بدرجہ اتم مصداق تھے۔ میدان خطابت کے شہسوار تھے۔ آپ کے خطابت کا انداز انتہائی سادہ ہوتا تھا۔ مگر عوام کی اُمنگوں کو انہی کی زبان میں بیان کرنے کا گر آپ جانتے تھے۔ ایسی جاذب مثالیں دے کر بات سمجھاتے کہ ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ اور چھوٹے سے لے کر بڑا ہر ایک آپ کی ہر بات کو بآسانی سمجھ لیتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ عوامی جلسوں میں آپ کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے حلیف بھی اگر عوام سے کوئی بات منوانا چاہتے تو آپ ہی سے مفصل تقریر کرواتے تھے۔ سامعین کو ہشاش بشاش اور متوجہ رکھنے کے لئے عجیب لطائف سنانا بھی آپ کی تقریر کا حصہ ہوتا۔ جس کی وجہ سے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا تھا۔ اور آپ کے جلسوں میں عوام کی تعداد بے انتہا ہوتی تھی۔ جلسہ گاہ پر ایسے چھائے رہتے کہ آخر تک عوام کا مجمع جمارہتا۔ آپ کے قائم کردہ خوشگوار منظر کو دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ کہنا بجا ہوگا کہ آپ کی تقریر کی جاذبیت نے موافقین اور مخالفین کے امتیاز کو ختم کر دیا تھا۔

مولانا جامع مسجد فیصل آباد کے خطیب رہے۔ اس کے بعد مکی مسجد کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض دیتے رہے۔ اس کے بعد پشاور کے مضافات میں واقع لنڈیکوتل آئے جہاں پر پہلے سے عقائد باطلہ کے پیروکار پیروں نے قبضہ جمار کھا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ ایسے میں ہدایت کا شمع روشن کر کے ضلالت کا قلع قمع ایک مرد میدان ہی کا کام ہوسکتا تھا۔ جبکہ سامنے کی دشواریاں بھی عیاں تھیں، مگر جب انسان عزم کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تو دشواریوں پر ضرور غالب آتا ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے بھی حالات کی پروانہ کرتے ہوئے انکے خلاف ایک لمبی تحریک چلائی۔ اور مشغلہ بیانی کے زور سے بلا خروہاں کے عوام کے رُخ کو موڑ کر ان کے قبلہ درست کرنے میں کامیاب ہوئے۔ وہ تحریک ایسی بنیادی تھی کہ اب تک اس سے روحانی شاخیں پھوٹ رہی ہیں۔ اس کے بعد تاحیات جامع مسجد غزنی خیل کے خصوصی اور پوری دنیا کے عمومی خطیب رہے۔

عملی زندگی: تحصیل علوم سے فراغت کے بعد شاہکار خطابت نے ظلم وجہل عوام کی حاجت زار دیکھ کر دعوت وتبلیغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کیا۔ شریک سفر دعوت حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا سعید احمد خان صاحب اور مولانا مفتی زین العابدین کے ساتھ مل کر پوری دنیا میں آپ نے تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ مولانا تو چونکہ عربی، فارسی اور اردو کے ماہر تھے۔ اس لئے تبلیغی سفروں میں ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دیتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں اندرون ملک کام کرنے کے علاوہ بیرون ملک تقریباً 25 سے زائد ممالک کا سفر کیا، سعودی عرب، مصر، شام، بنگلہ دیش، عراق، ایران، اردن، افریقہ، الجزائر، مسقط، عمان، ترکی، ملائشیا، تھائی لینڈ، سنگاپور، چین، فرانس، انڈیا، متحدہ عرب امارات، ابوظہبی، کینیا، کویت فلسطین، تیونس، برما، نیپال، ملائی اور برونائی وغیرہ۔ اور تاحیات اس سلسلے سے وابستہ رہے۔

دینی درسگاہ کا قیام: خطابت وتبلیغ کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ یہ احساس ان کو دامن گیر اور یہ جذبہ دل میں موجزن رہتا کہ اپنے علاقہ کے عوام کا نسبتاً زیادہ حق ہے لہٰذا ان کے لئے علم کا کوئی ایسا سرچشمہ ہونا چاہئے، جہاں ہدایت کی

پیاسی عوام اپنی پیاس بجھانے آیا کریں۔ اس احساس نے بالآخران کو مجبور کیا کہ وہ ایک دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالیں۔

چنانچہ غزنی خیل ہی میں 1962ء میں مدرسہ تعلیم الدین اور اس کے ساتھ ایک جامع مسجد کی بنیاد ڈالی۔ سنگ بنیاد دعوت و تبلیغ کے سرخیل حضرت جی محمد یوسف کاندھلوی اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دونوں نے مل کر رکھی۔ جہاں سے اب تک شب و روز درس قرآن و حدیث تبلیغ و تعلیم اور دینی سیاست کے چشمے جاری وساری ہیں۔

اس درسگاہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا سہ سالہ نصاب ''ضمان التکمیل فی زمان التحصیل'' بھی بدستور پڑھایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مولانا موصوف نے درجہ ذیل مزید کچھ اخلاقی اور نصابی مشقیں وضع کی ہیں۔ جو ماحول کی ساز گاری اور وسعت و فراغت کے مطابق دھیرے دھیرے زیر عمل لائے جارہے ہیں۔

۱......اس میں پڑھنے والے طلبہ کے لئے نماز با جماعت کی پابندی اور فواحش و منکرات سے اجتناب لازمی ہوگا۔

۲......وضع و قطع اور نشست و برخاست سنت نبویؐ کے مطابق ہوگی۔ ۳......شرک و بدعت اور فرق باطلہ کی تردید کے لئے زیر تجویز کتب پڑھائی جائے گی۔ ۴......دعوت تبلیغ اور جہاد کی طرف پوری توجہ دی جائے گی۔

۵......عقیدۂ توحید، ختم نبوت اور تقدس صحابہؓ کو کماحقہٗ سمجھانے کا اہتمام ہوگا۔ ۶......عربی، اُردو اور انگریزی زبانوں میں مہارت پیدا کرنے پر پوری توجہ دی جائے گی۔ ۷......ملکی سالمیت اور دین اسلام کے خلاف کام کرنے والی پارٹیوں کے ساتھ صرف دعوت واصلاح کی حد تک تعلقات رکھے جائیں گے۔

زہد و تقویٰ اور روحانی ذوق: خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات صرف شریعت تک محدود نہیں بلکہ طریقت اور سیاست کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ شریعت صرف راستے کا نام ہے اور طریقت اس راستے پر چلنے کی قوت کا نام ہے، جب کہ سیاست اس راستے کی صفائی کا نام ہے، تینوں ملکر دین کہلاتے ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کامل وارث کہلانے والے کی زندگی میں ان تینوں کا ہونا لازمی امر ہے۔ مولانا بھی اس کے مصداق تھے۔ فقہی اور عبادات کے ذوق کے ساتھ ساتھ طریقت کا ذوق بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ تزکیہ اور تہذیب اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اور اس ذوق نے اس کو بڑی بڑی ہستیوں سے جوڑا تھا۔ مولانا موصوف کو دوران طالب علم یہ ذوق لاحق تھا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ طلبہ کو بیعت نہیں دیتے تھے اور میں نے جب درخواست کی تو حضرت نے انکار کیا۔ میں نے کہا اچھا پھر میں تحصیل علم چھوڑتا ہوں، شاہ صاحب نے کہا یہ عجیب طالب علم ہے۔ آؤ لو بیعت ہو جاؤ۔

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا محمد اشرف سلیمانی سے بھی بیعت ہوئے تھے۔ اور مولانا اشرف علی نے اس کو خلیفہ مجاز بنایا تھا۔ ان حضرات کی شفقت و تربیت میں رہ کر تصوف کے مراتب طے کئے، ان سے اتنا نور جذب کرلیا تھا کہ بعد میں وہ خود مجالس کو منور رکھتے تھے۔ باوجود دوسرے مشاغل کے تاحیات وہ مجالس ذکر قائم کیا کرتے رہے۔

سیاسی ذوق: جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ شریعت و طریقت کے ساتھ سیاست کا ہونا بھی ضروری ہے، اگر چہ آج کل کے ماحول میں سیاست کوئی اچھا اور عمدہ مفہوم نہیں رکھتی۔ مگر علماء کی سیاست عیوب سے پاک اور نبوی سیاست ہوتی ہے کیونکہ راہ حق سے روڑے ہٹانا اور صاف رکھنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چنانچہ اس کلیہ کے بھی مولانا موصوف کماحقہ مصداق تھے۔ اور دیگر مشاغل کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شہباز سیاست مولانا مفتی محمودؒ، مہمیز سیاست حضرت خواجہ خان محمد صاحب، روح سیاست مولانا غلام غوث ہزاروی اور

شریک سیاست مولانا محمد یوسف بنوریؒ جیسی ہستیوں کے ساتھ رہ کر پاکیزہ سیاست کی ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے حق کا جو دفاع کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

انہوں نے چار دفعہ بالترتیب ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۷ء، ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۰ء میں لکیمروت سے قومی اسمبلی کے لئے الیکشن لڑے۔ ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں گیارہ ہزار ووٹوں کی برتری سے جیتے تھے۔ اور بقایا الیکشنز میں معمولی فرق سے جیتے۔ جیت تو مقدر کی بات ہوتی ہے مگر اتنی بات واضح تھی کہ صف سے نکل کر لبارزہ کے لئے للکارنے والوں میں ان کا نام شامل تھا۔ حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے سامنے کلمہ حق کہنے کا پورا حق ادا کر دیا۔

حقیقت میں وہ دوسروں کے لئے زندہ رہے۔ اور ساری انسانیت کے لئے سوچتے اور عمل کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بیک وقت دین کے سارے شعبوں سے وابستہ رہے اور بیک وقت وہ تبلیغی، صوفی، مجاہد، مدرس، سیاسی اور مصنف رہے، ہر شعبہ کے لوگ اس پر فخر کرتے تھے اور دوسروں سے اس کو اپنا سمجھتے تھے۔

آپ کے مُربی: مشہور ہے کہ سونا نکھار سے سونا بنتا ہے مولانا موصوف کا نکھار بھی جن ہستیوں نے کیا ہے اور جن کی کردار کو آپ نے قریب سے دیکھ کر مشعل راہ بنایا ہے وہ بھی قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ موصوف نے اکابر علماء کرام میں سے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، مفتی کفایت اللہ، مفتی محمد شفیعؒ، قاری محمد طیب، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عزیر گل اور حاجی محمد آمین صاحب کو قریب سے مشاہدہ کیا۔ ان کی سرپرستی میں اپنی مصروفیات کا آغاز کیا اور ان کے ہر نقش قدم کو رہنما گردانا جس کا اثر موصوف کی زندگی میں ہمیشہ نمایاں رہا۔

احباب: المرء علی دین خلیله او کما قال علیه السلام (الحدیث)

(آدمی اپنے ہمنشین کے دین پر ہوتا ہے) کے مصداق مولانا موصوف کی عظمت ان کے احباب سے بھی واضح تھی جن کی معیت اور مشاورت سے آپ اپنے لئے مشن کا انتخاب کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کے احباب میں نمایاں شخصتیں درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا سعید احمد خان مہاجر مکی و مدنی، حضرت مولانا مفتی محمود، مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری۔ خواجہ خان محمد صاحب کندھیاں شریف (میانوالی) اور مفتی زید العابدین فیصل آباد۔

وفات: علم وسیاست کے کہکشاں کا تابندہ ستارا تقریباً پون صدی کی تابناکی و درخشانی کے بعد بالآخر 4 مارچ بروز منگل 2008 بمطابق 25 صفر ۱۴۲۹ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اور اپنے آبائی قبرستان غزنی خیل میں مدفون ہوئے۔

زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا — ہمیں، سو گئے داستان کہتے کہتے

اسلامی ہدایات کے مطابق آپ کے وفات سے قبل درج ذیل وصیت نامہ لکھ رکھا تھا۔ ۱...... میری مملوکہ وغیرہ مملوکہ کتب بنام مدرسہ تعلیم الدین وقف ہیں۔ ۲...... حسب توفیق میرے لئے جملہ مراکز تبلیغ جملہ اہل مدارس اور جملہ اراکین جمعیت سے خطوط اور اخبار کے ذریعے معافی مانگی جائے۔ ۳...... میری جائیداد شریعت اسلام کے عین مطابق تقسیم کی جائے۔ ۴...... خدائے رحمٰن کے ہاں پیشی ہے سزا دے تو اس کا حق ہے مگر سزا دینے سے اس کی حکومت بڑھتی نہیں۔ اور وہ معاف کرے۔ وہ اس کی شان کے لائق ہے۔ جملہ مسلمانوں سے درخواست ہے کہ اس پیشی میں کامیابی و سرخروئی کے لئے دعا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

آپ نے اپنے پیچھے دو بیٹے صادق الامین اور روح الامین چھوڑے، دونوں عالم دین ہیں اور باپ کے مشن ہی

کوزندہ کئے ہوئے ہیں۔ خاص کر اپنے چھوٹے بیٹے روح الامین کے سر پر دستار خلافت رکھی ہے اور چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت دی ہے۔

تصنیفات: گوناگوں مصروفیات کے باوجود مولانا موصوف نے اپنے قلم کو جو جنبش دی ہے وہ بھی قابل ذکر ہے چنانچہ آپ نے درج ذیل نوشتے چھوڑے۔

۱......تقریر مشکوۃ شریف ۲......تقریر بخاری شریف از افادات علامہ انور شاہ کشمیریؒ ۳......ربط قرآن از افادات۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ۴......الباقیات الصالحات فی الاذکار والدعوات ۵......طفلانہ تعلیمی ورزش (بچوں کو صرف ونحو یاد کرانے کے لئے آسان کتابچہ ۶......وسیلۃ الطلب ۷......درود صیحہ۔

مولانا موصوف کو زندگی میں ان کی صفائی اور طباعت کی تو فرصت نہیں ملی۔ جس کی وجہ سے یہ سب کتب ابھی تک مسودات ہی کی شکل میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی طباعت کا جلد از جلد انتظام میسر فرمائے۔ آمین۔

الموفق والمستجیب

☆☆☆